اشارات

آج کل ہمارے ہاں جو موضوع علمی اور سیاسی حلقوں میں قومی اور بین الاقوامی سطح پر زیر بحث ہے اور جسے روز بروز پذیرائی مل رہی ہے۔ وہ صوفیاء کرام کی تعلیمات، منہج دعوت اور اسلوبِ تبلیغ کے احیاء سے متعلق ہے۔ گذشتہ چند برسوں سے اس موضوع کے مختلف جوانب پر مختلف تعلیمی اداروں اور تنظیموں کے زیر اہتمام سیمینارز، ورکشاپس اور کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں اور انہیں کامیاب قرار دیا گیا ہے...... چار پانچ سال پہلے تصوف فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کی سرپرستی مقتدر اور بااثر شخصیات نے اپنے ذمہ لی۔ کئی علماء اور مشائخ اس فاؤنڈیشن کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور ملک کے مختلف حصوں میں اس کے زیر انتظام پروگرام منعقد کئے گئے ....

صوفیاء کرام کے منہج دعوت اور اسلوبِ تبلیغ کے احیاء کی ضرورت ہمیں کیوں پیش آئی؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب گوناگوں پہلوؤں پر مبنی ہو سکتا ہے..........................ہم میں سے ہر شخص اپنی اپنی سطح کے مطابق جواب دینے کا مکلّف ہے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہر ایک سوال کا جواب مثبت انداز میں دیں اور مثبت عوامل کو پیش نظر رکھیں۔

جس طرح آج کل صوفیاء کرام کے منہج دعوت کی بات ہو رہی ہے اور تصوف کی تعلیمات کو موضوع بحث بنایا جا رہا ہے..........................ہُو بہ ہُو اسی طرح 1979ء میں جہاد اور جہاد کی فضیلت و اہمیت پر سیمینارز اور کانفرنسوں کے انعقاد کا آغاز ہوا تھا۔ اُن دنوں ہر بڑے ہوٹل میں آئے دن جہاد کانفرنس منعقد ہوتی تھی۔ جس میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ پورے طمطراق کے ساتھ شریک ہوتے تھے......اور

پورے جوش وخروش کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے تھے۔ سیاسی رہنما صحافی اور اہل دانش وبینش اپنے اپنے حلقہ میں جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور جہاد کے فضائل بیان کرتے تھے .... اور دھیرے دھیرے ایسی فضاء قائم کی گئی کہ اہل پاکستان عام طور پر اور مدارس وجامعات کے طلبہ واساتذہ خاص طور پر جہاد کے لئے تیار ہوگئے۔ جہاد کا نعرہ بلند ہوا تو دُنیا بھر کے جوشیلے طلبہ نے میدانِ جہاد میں اپنا اپنا حصہ ڈالنے کی ٹھان لی۔ فلسطین‘ مصر‘ کویت‘ سعودی عرب‘ لیبیا‘ شام‘ اُردن‘ سوڈان‘ برطانیہ اور امریکہ نہ جانے کہاں کہاں سے شہسواروں کے جتھے نمودار ہوئے۔ اور لاکھوں کی تعداد میں افغان مجاہدین کے ساتھ جبات میں شامل ہوگئے۔ اس جہاد میں شریک مجاہدین کو جہاں ملکی سطح کے علماء ومشائخ اور اہل اقتدار کے خطبے مہمیز دیتے تھے وہاں بین الاقوامی سطح کے عمائدین اور مقتدر شخصیات کے لیکچرز بھی جہاد کے موضوع پر پیش کئے جاتے تھے۔ یہ جہاد پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ارتقاء کے منازل طے کرتا رہا اور موضوع اہداف کے حصول کے لئے مراحل طے کرتا رہا یہاں تک کہ بامِ عروج پر پہنچ کر منصوبہ سازوں کو گوہر مقصود دلانے میں کامیاب ہوگیا.............

جن افراد اور اقوام نے جہاد کا نعرہ بلند کیا تھا۔ انہیں اُن کا مقصد بڑی سہولت کے ساتھ مل گیا۔ انہیں نہ جانی نقصان ہوا اور نہ ان کے ممالک متاثر ہوئے............ متاع قلیل کے بدلے انہیں پوری دُنیا میں عظیم کامیابی حاصل ہوئی اور انہوں نے Super سے Supereme طاقت کی حیثیت اختیار کرلی............ لیکن کیا کہیے............ وہ مجاہد جو میدان کارِزار میں شیروں کی طرح مقابل قوت کے ساتھ نبرد آزما ہوئے اور جس ملک کے باسیوں نے لاکھوں کی تعداد میں پڑوسی ممالک کا رُخ کیا اور ہجرت کے دوران میں خیموں اور کچی بستیوں میں مقیم رہے............ بہت تھوڑا عرصہ گذرنے کے بعد دہشت گرد‘ انتہا پسند‘ تخریب کار اور نہ جانے کیسے کیسے القاب سے نوازے گئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ انہیں چُن چُن کر قتل کرنا شروع کردیا گیا۔ اُن کے شہروں کو کھنڈرات کی شکل میں

تبدیل کر دیا گیا............وہ سرزمین جو جہاد کا مرکز کہلاتی تھی ....اب اُس کے اُوپر لاکھوں میزائل داغے گئے ....وہاں کی بستیوں کو اُجاڑ دیا گیا۔ جنگلوں کو جلا دیا گیا.............. یہاں تک کہ جنازوں کے جلوس اور شادیوں کے موقع پر باراتیوں کے ہجوم پر بھی فضائی حملے کیے گئے۔ اور انہیں نیست و نابود کر دیا گیا..............

آج جب ہم گذشتہ پچیس تیس سال کی تاریخ کو دیکھتے ہیں اور بہ غور اس کے واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی دیر نہیں لگتی کہ اس پوری کارروائی میں نقصان ہمارے حصہ میں آیا اور مفادات غیروں نے لئے۔ غیروں نے اپنے مفادات کی خاطر ہمیں استعمال کیا اور ہم جذبات میں آ کر ان کے لئے استعمال ہوئے۔ یہ صرف اس صدی کی بات نہیں۔ اور صرف اس ایک علاقہ کی بات نہیں۔ ہماری تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ ہم محض جذبات کی بنیاد پر دوسروں کا آلۂ کار بن جاتے ہیں..............اور اتنا بڑا نقصان کر جاتے ہیں۔ جس کا ازالہ پھر صدیوں میں بھی نہیں ہو پاتا

''معارفِ اسلامی'' اس صورت حال میں اہل دانش و بینش کو بہ طور خاص یہ پیغام دیتا ہے کہ:

(i) اس وقت صوفیاء کرام کے اسلوبِ دعوت اور منہجِ دعوت کے موضوع کو جو حضرات ہوا دے رہے ہیں اور پورے جوش و خروش کے ساتھ صوفیاء کرام کے ساتھ اپنی عقیدت اور ارادت ظاہر کر رہے ہیں۔ ان کے حال کے ساتھ ساتھ ان کے ماضی کو بھی دیکھنا چاہیے اور اس ضمن میں ان کے کردار کا بھی جائزہ لینا چاہیے یہ جو اچانک اس رُخ ہوا چلی ہے..............اس ہوا کی پُشت پر وہ کون سی طاقت ہے۔ جو پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اسے مہمیز دے رہی ہے..............

(ii) یہ ایک مُسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں صوفیاء کرام کی خدمات' مجاہدات اور ریاضات کی بناء پر اسلامی تعلیمات کی اشاعت ہوئی۔ صوفیاء کرام نے خانقاہوں میں بیٹھ کر جہاں حُکام اور اُمراء کو ہدایات دیں وہاں رعایا کے حقوق دلانے میں بھرپور کردار ادا کیا ....لیکن اس

وقت کوشش یہ کی جارہی ہے کہ صوفیاء کرام کی جامع تعلیمات میں سے محض ان تعلیمات کو highlite کیا جائے جنہیں عہدِ حاضر کے لئے مفید اور موزوں قرار دیا جارہا ہے.......... حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ صوفیاء کرام کی جملہ تعلیمات کو منظرِ عام پر لایا جائے ان کی خدمات پر تفصیل کے ساتھ سیمینارز اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے.......... ان کی تالیفات کو چھپوا کر عام کیا جائے.......... اور عوام وخواص کو بتایا جائے کہ وہ بے جا تکلفات کو چھوڑ کر فطری اور حقیقی زندگی کی طرف آئیں.......... جو حضرات لاکھوں کا لباس پہن کر صوفیاء کرام کی تعلیمات کی بات کرتے ہیں۔ انہیں تھوڑی دیر کے لئے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔

(iii) صوفیاء کرام کے بارے میں عمومی طور پر یہ بات پھیلائی جارہی ہے کہ وہ اپنی خانقاہوں تک محدود تھے۔ اور دُنیا و مافیہا سے بے خبر تھے۔ وہ پورا دن بیٹھ کر زائرین اور معتقدین کے نذرانے اور تحفے وصول کرتے تھے اور خوب کھاتے پیتے تھے.......... بڑے بڑے جُبے اور دستار پہنتے تھے...... اور فاخرانہ شان کے ساتھ زندگی گزارتے تھے۔ یہ بہت سطحی تصور ہے.......... اور حقیقت یہ ہے کہ بے بنیاد تصور ہے.......... صوفیاء کرام نے بہت بھرپور زندگی گذاری ہے.......... ان کا ہاتھ معاشرہ کی نبض پر رہتا تھا انہیں اپنے پورے حلقہ کا علم ہوتا تھا۔ وہ عوام کے ظاہری اور باطنی دُکھ درد کے مسیحا تھے.......... وہ اپنے وقت کے جیّد علماء تھے.......... انہیں علوم شریعت پر پورا عبور ہوتا تھا.......... یہی وجہ ہے کہ عوام اور حکمران دونوں طبقات ان پر اعتماد کرتے تھے۔ اور اُن سے اپنے معاملات میں مشورے لیتے تھے.......... حکمران ریاستی اُمور میں اُن سے رہنمائی لیتے تھے تو عوام اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے اُن کے درگاہوں میں حاضری دیتے تھے..........

(iv) مئی 2010ء کے وسط میں رابطۂ ادب اسلامی کے زیرِ اہتمام برصغیر پاک و ہند میں صوفیانہ ادب کے موضوع پر جو سیمینار منعقد ہوا.......... اور جس میں بہت وقیع اور معلومات مقالات

پیش کئے گئے ....اس سیمینار میں پیش کئے گئے مقالات سے مجموعی تاثر یہی ملتا ہے کہ برصغیر پاک وہند کے تمام صوفیاء اپنے وقت کے کبارِ علماء تھے۔ ان کی ادبی اور علمی خدمات سے اُن کے نام لیوا ناواقف ہیں اور یہ ایک افسوس ناک پہلو ہے۔ جس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے.................
اللہ بھلا کرے اس سیمینار کے منتظمین کا جنہوں نے اپنے تئیں کامیاب کوشش کی اور اس سیمینار کے ذریعہ صوفیاء کرام کی علمی اور ادبی خدمات پر روشنی ڈالنے کے لئے علومِ اسلامیہ کے اساتذہ اور محققین کو سوچنے اور لکھنے کا موقع فراہم کیا۔

''معارفِ اسلامی'' کا موجودہ شمارہ حسب سابق شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر نذیر احمد سانگی صاحب کی رہنمائی اور ہدایات کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ ہائیر ایجوکیشن کمیشن نے تحقیقی مقالات کے لئے جو پالیسی وضع کی ہے اس پالیسی کو مدنظر رکھ کر مقالات کا انتخاب اور **Evaluation** کرائی گئی ہے۔ اس شمارہ کی ترتیب وتدوین کے سلسلے میں مجلس ادارت کے ارکان نے جو تعاون کیا ہے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن اساتذہ اور محققین نے مقالات مرتب کیے ہیں ان کا ممنون ہوں۔ اس شمارہ میں جو بھی خوبی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق وتائید کا نتیجہ ہے اور جو کمی اور خامی ہے وہ میری کم علمی اور بے بضاعتی کی وجہ سے ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی

مدیر مسؤل ''معارفِ اسلامی''

13رمئی 2010ء